ہوئے ان کی باتوں پر اعتماد کر لیتے ہیں اور بعض خواہش کے غلام اور عبدالدنیا والدرہم ایسے فتاووں کو غنیمت سمجھ کر لے اڑتے ہیں مگر خدا نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے شریعت کی آڑ میں خواہشات کی پرورش کرنے والوں کو بخوبی جانتا ہے۔ مداہنت کرنے والوں کی مداہنت سے بھی خوب واقف ہے۔ اور بے احتیاطی سے فتوی دے کر آزادی کا رستہ کھولنے والوں کا حال بھی اس پر روشن ہے پس وہ ہر ایک کے ساتھ اس کے حسب حال سلوک کرے گا۔

خدا تعالیٰ ہمیں برائیوں سے محفوظ رکھے اپنی مرضیات کی توفیق بخشے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

عبداللہ امرتسری روپڑی

تصاویر کا بیان

تصاویر والے گھر

سوال: جن گھروں میں تصاویر آویزاں ہوں ان میں داخل ہونے کا کیا حکم ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب تصویر والا تکیہ حضرت عائشہ رضؓ نے دیکھا تو آپ گھر میں داخل نہیں ہوئے۔

جواب: بے شک حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث اس بارہ میں صریح ہے کہ تصاویر والے مکان میں داخل ہونا اچھا نہیں مگر بقول مشہور اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ مجبوری کے وقت درست ہے۔ آٹھویں سال سن ہجری میں مکہ شریف فتح ہوا ہے اس میں تین سو ساٹھ بُت تھے اس سے پہلے ساتویں سال سن ہجری کے رسول اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سمیت عمرہ کیا جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ یعنی خدا نے چاہا تو تم ضرور مسجد الحرام میں داخل ہو گے اور اس کے علاوہ موقع بموقع صحابہ رضی اللہ عنہم عمرہ کرتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں مجبوری ہو اور بس کی بات نہ ہو وہاں یہ ممانعت نہیں بلکہ ایسے مکان میں داخل ہونا تو معمولی امر ہے ضرورت کے وقت تصویر کا رکھنا بھی درست ہے چنانچہ روپیہ پیسہ پر تصویریں ہیں جو ہر وقت پاس رہتا ہے غرض مجبوری کی حالت میں خدا کی طرف سے معافی ہے جیسے خنزیر مردار وغیرہ زیادہ بھوک کے وقت حلال ہے تصویریں

والے مکان میں داخل ہونا تنزیہہ مثل مردار وغیرہ کھانے سے ہلکا ہے سو یہ تھوڑی مجبوری کے وقت بھی درست ہوگا۔ ہاں جتنا پرہیز ہو سکے اچھا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ بیع شراء ایسی طرز پر اختیار کرنے کی کوشش جاری رکھے کہ ایسے مکان میں داخل ہونے سے کل بچاؤ نہ ہو تو کمی ضرور آجائے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

مسئلہ تصاویر

سوال:- زید کا ارادہ ہے کہ عموماً مسلمان ارکانِ نماز سے ناواقف ہیں ان کو صحیح طور سے نماز کے ارکان شروع سے اخیر تک قیام، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ وغیرہ کا فوٹو لے کر اور ایک رسالہ باتصویر شائع کیا جائے تاکہ ہر شخص ہر ایک رکن کی علیحدہ علیحدہ تصویر دیکھ کر اپنی نماز کے ارکان درست کر سکے اور اپنی نماز کو حضورؐ کے ارشاد کے "صلوا کما رایتمونی اصلی" کے مطابق کر سکے تو کیا زید ایسے رسالہ نماز باتصویر کو شائع کر کے تبلیغ و اشاعت دین کے اجر کا مستحق ہو سکتا ہے؟ عبدالوہاب کلکتہ

جواب:- تصویر کا بنانا تو کسی صورت درست نہیں اور بنی ہوئی کا استعمال دو شرطوں سے درست ہے ایک یہ کہ مستقل نہ ہو، کپڑے وغیرہ میں نقش ہو دوم نیچے رہے بلند نہ لٹکائی جائے۔

مشکوٰۃ باب التصاویر میں ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے ایک پردہ خریدا اس میں تصویریں تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے داخل نہیں ہوئے حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے چہرے پر کراہیت کے آثار دیکھے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں خدا اور رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا قصور ہو گیا؟ فرمایا یہ پردہ کیسا ہے؟ میں نے کہا آپ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں فرمایا۔

إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرَةُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلٰئِكَةُ (متفق علیہ)

اصحاب ان صُوَر کے عذاب دیئے جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا، جو کچھ تم نے بنایا اس کو زندہ کرو، اور فرمایا جس گھر میں تصویر ہو فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

مسلم (جلد ۲ باب لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ) میں ہے کہ بسر بن سعید

(۲) زید بن خالد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابی طلحہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ" جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

بسر کہتے ہیں پھر زید بیمار ہوگئے ہم ان کی بیمار پرسی کو گئے ان کے دروازہ پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا اس میں تصاویر تھیں میں نے عبید اللہ خولانی کو کہا کیا زید نے ہمیں تصویر کی ممانعت میں حدیث نہیں سنائی تھی؟

———— عبید اللہ نے کہا زید نے اِلَّا رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ (کپڑے میں نقش کا کوئی ڈر نہیں) بھی تو کہا تھا۔ کیا تو نے اس کو یہ کہتے نہیں سنا؟ کہا نہیں کہا اس نے یہ کہا تھا۔

(۳) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ قَدِ اتَّخَذَتْ سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ ... مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا متفق علیہ (مشکوٰۃ باب التصاویر)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے چھت پر ایک پردہ لٹکایا اس میں تصاویر تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھاڑ دیا پھر حضرت عائشہؓ نے اس کے دو تکیے بنا لئے جو گھر میں رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھتے۔

ان تینوں روایتوں سے پہلی میں بنانے والوں کے حق میں سخت وعید فرمایا کہ ان کو کہا جائے گا جو بنایا تھا اس کو زندہ کرو۔ نہ وہ بنا سکیں گے۔ نہ عذاب سے رہائی پائیں گے حالانکہ یہ کپڑے میں تصویر تھی اس سے معلوم ہوا کہ تصویر کا بنانا تو مطلق منع ہے۔ خواہ مستقل ہو یا کپڑے وغیرہ میں نقش ہو اور استعمال کرنے والے کے حق میں فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔ مگر دوسری حدیث میں کپڑے میں نقش کی اجازت ہے لیکن تیسری حدیث میں نیچے ہونے کی صورت میں اجازت دی ہے۔ بلند ہونے کی صورت میں نہیں دی ..... زید بن خالد نے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ تو شاید ان کو اس تیسری حدیث کا علم نہ ہوا ہو۔ اس لئے انہوں نے اونچ نیچ میں فرق نہیں کیا۔

خلاصہ یہ کہ تصاویر کا بنانا تو مطلقاً منع ہے اور نقش وغیرہ کی صورت میں استعمال میں نیچے جائز اور اوپر جائز نہیں۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

مسجد نبوی ؐ اور روضہ کا ماڈل بنانا

سوال۔ بعض عقیدت مند عید میلاد النبی پر بیت اللہ، روضۃ النبی اور مسجد نبوی وغیرہا کے
ماڈل بناتے ہیں اور بعض مقامات پر ان میں انسانوں کے بت بھی قیام، رکوع اور سجود کی حالت میں
دکھائی دیتے ہیں؟ محمد نذیر عارف وچھووال لاہور

جواب۔ صورت مسئلہ شرعاً شرک بھی ہے اور بدعت بھی ہے دست بستہ کھڑے ہونا اور
اس کے سامنے کھڑے ہو کر دعا کرنا یہ دین میں نئی چیز ہے مشکوٰۃ باب الاعتصام میں حدیث ہے۔ مَنْ
أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق علیہ)

جو شخص ہمارے دین میں نئی بات پیدا کرے جو اس سے نہ ہو وہ مردود ہے۔ پھر یہ دعا جو دست بستہ
کی گئی ہے اگر اس طرح کی دعا ہے جیسے بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اس نقشہ کو اصل
بیت اللہ کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت ہے اور اس میں جو تصاویر ہیں اگر ان سے مقصد
صرف نمونہ دکھانا ہو کر یوں مانگی جاتی ہے تو اس کے دو پہلو ہیں۔

۱۔ ایک حرام ہونے کا کیونکہ تصویر کا بنانا سخت حرام ہے

۲۔ دوسرے بیت اللہ کی توہین ہے یہ بیت اللہ میں کفار کی طرح بت رکھنے کے مترادف ہے اور
اس قسم کے افعال حب رسول نہیں کہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ صریح عداوت ہے۔
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ آمین

عبداللہ امرتسری روپڑی

ایک فلسفیانہ سوال اور اس کا جواب

فوٹو اتروانے کی ممانعت اور سور کا گوشت

سوال۔ ۱ اسلام نے فوٹو اتروانے کی اجازت کیوں نہیں دی؟ اگر کمرے میں فوٹو لگے
ہوئے ہوں تو نماز کیوں نہیں ہوتی۔

سوال۔ ۲ اسلام نے سور کا گوشت کیوں حرام کیا؟ جس طرح اسلام کے دوسرے ارکان
یا احکام کا پس منظر کیا ہے اسی طرح اس کا بھی ہونا چاہیے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ منع ہے

مگر وہ انسان جو اسلام کو اپنانا چاہتا ہو اس کے دماغ میں اگر اس قسم کے سوالات پیدا ہوں تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے اگر ہم اس کے سامنے قرآن اور حدیث رکھیں تو اسے ان کتابوں سے اس وقت تک کوئی واسطہ نہیں جب تک وہ مسلمان نہ ہو اس لئے از راہِ کرم واضح طور پر تجزیہ فرمائیں کہ آخر اسلام نے کن وجوہ کی بناء پر سور کے گوشت کو حرام کیا ہے اور گائے یا بکری یا دُنبہ وغیرہ کو کیوں حلال کیا ہے کیا قرآن وحدیث کے علاوہ آپ اس کے متعلق کوئی دلیل دے سکتے ہیں یا غیر مسلم اصحاب کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ اسلام نے ایک نامناسب بات لوگوں پر ٹھونس دی ہے؟

سوال نمبر ۳ اب ایک ایسا مسئلہ ہے جو میرے دماغ کی الجھن بنا ہوا ہے دنیا میں جتنے مسلمان قرآن وحدیث کو مانتے ہیں ان میں آپس کا اختلاف کیوں ہے۔ نماز ہی اسلام کا ایک بنیادی مسئلہ لے لیجئے اس میں بہت قسم کے اختلاف ہیں کوئی کہتا ہے کہ رفع یدین اور آمین کرو، کوئی کہتا ہے نہ کرو، کوئی کہتا ہے الحمد شریف پڑھو۔ کوئی کہتا ہے نہ پڑھو، اور سب اس کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں واضح کرتے ہیں مجھ جیسے کم علم لوگ اللہ سے کیا کہیں گے کہ ہم کس طریقے پر چلتے رہے ہیں، پہلے اہلِ حدیث تھا، پھر اہلِ سُنت اور آج کل صرف مسلمان ہوں کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کس کے اصولوں کی پیروی کریں آخر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں، کہ ان مسائل کو ایک طرف رکھ دیا جائے جن پر دنیائے اسلام کا کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہے مثلاً کوئی کہتا ہے رفع یدین کرو کوئی کہتا ہے نہ کرو۔ چونکہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہ اس بات پر متفق نہیں اس لئے اسے میں نہیں کرتا۔ رہا آمین اور الحمد شریف کا مسئلہ۔ یہ دونوں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب نماز باجماعت پڑھی جائے ——— اس لئے میں نماز باجماعت ہی نہیں پڑھتا۔ گھر میں ہی پڑھ لیتا ہوں اب خدا کے لئے آپ یہ بتائیں کیا ایسا کرنے کے بعد میں مسلمان ہوں، اگر ہوں تو مجھے اور کچھ نہیں چاہیئے، اگر نہیں تو خدا کے لئے مجھے ایسا راستہ بتائیں جس میں مسلمان رہ کر اسلام سیکھوں اور جس طرح کہ میں اب دوسرے مذاہب کے دوستوں میں اسلام کی لگن پیدا کر رہا ہوں انہیں اسی سیدھی راہ پر لگاؤں تاکہ میری طرح وہ بھی آئندہ زندگی میں ایسے سوالوں اور مسئلوں کا شکار ہو کر اسلام سے دلچسپی نہ چھوڑ دیں کیونکہ نومسلم کا ایمان اتنا مضبوط نہیں ہوتا۔

(دین محمد نمبر ۹ سیکنڈ ایوے نیو ولمسٹو لندن ای ۱۷)

جواب: **مسلمہ اصول** جواب سے پہلے آپ ایک اصول سُن لیں جو کہ عقلاً اور نقلاً تسلیم شدہ ہے یہ ہے کہ کسی مذہب کے قبول کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کی ہر ایک جزئی یا ہر ایک مسئلہ عقل سے جانچا جائے اس لئے کہ عقل کا دائرہ محدود ہے۔ وہ ہر ایک مسئلہ کی تہ کو نہیں پہنچ سکتی اگر عقل ہر مسئلہ کی حقیقت اور کنہ کو پاسکتی تو پھر نبوت کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ نبوت کا اجراء ہدایت کے لئے ہے جب انسان کی عقل مستقل ہادی ہے تو پھر نبوت کا کوئی فائدہ نہیں۔

عقل: عقل کا کام تو صرف بنیادی باتوں کو سمجھنا ہے جب بنیادی باتیں سمجھ میں آجائیں تو اس کے بعد ہر چیز کی تہ تک پہنچنا اس کے لئے ضروری نہیں مثلاً توحید ایک بنیادی چیز ہے جس کو سمجھانے کے لئے دو طرح کے دلائل دیئے گئے ہیں۔

ایک دلیل یہ ہے کہ وہ تمہارا مربی ہے ضروریاتِ زندگی تمہارے لئے مہیا کرتا ہے اور تمہاری ایسی کوئی ضرورت نہیں جو وہ پوری نہ کر سکتا ہو۔

نتیجہ: اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی ہر ایک ضرورت میں اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جب حاجت روا بھی وہی ہے اور خالق بھی وہی ہے تو اُس کی طرف جھکنا چاہیئے۔ اور اس کے سامنے تعظیم بجالانی چاہیئے۔ اسی تعظیم کا نام عبادت ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا یہی معنی ہے اور اس معنی کے سمجھنے کے بعد یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طریقہ سے جھکنا چاہیئے۔ اور عبادت کی کیا صورتیں ہیں؟ اس قسم کے احکام کی تفصیل کا شریعت سے اس سلسلہ میں نماز۔ روزہ وغیرہ کے مسائل بھی آجاتے ہیں نکاح و طلاق کے مسائل اور حلال و حرام کا امتیاز وغیرہ بھی اس میں آجاتا ہے چنانچہ ہر ایک مذہب میں اپنے طور پر اس کی تفصیل موجود ہے

بعض باتیں: اب اس موقعہ پر بعض باتیں ایسی بھی آجاتی ہیں جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ مثلاً یہ تو ہم جانتے ہیں کہ عدل و انصاف انسان کی بڑی خوبی اور کمال ہے۔ ظلم اور بے انصافی بڑا نقص اور عیب ہے لیکن عدل و انصاف اور ظلم و زیادتی کا مفہوم تب ہی ہماری سمجھ میں آسکے گا۔ کہ پہلے ہر ایک کا حق معلوم ہو۔ اس موقعہ پر ایک تو کہتا ہے کہ کوئی جانور بھی ہمارے لئے حلال نہیں جیسے ہماری جان ہے ویسے ہی دوسرے کی جان ہے تو اس صورت میں ہم اپنے تعیش کی خاطر دوسرے کی جان کیوں تلف کریں یہ ظلم ہے دوسرا کہتا ہے کہ انسان کو دوسری چیزوں پر

پر شرف ہے جیسے یہ دوسری چیزوں کو استعمال کرتا ہے ویسے ہی اسے ان کو کھانے کا بھی حق ہے

اس سلسلہ میں یہ بحث بھی آجاتی ہے کہ اگر جانور حلال ہو تو پھر سب ہی جانور حلال ہونے چاہئیں۔ بعض حلال اور بعض حرام ہونے کا کوئی مطلب نہیں۔ بعض مذاہب ایسے بھی ہیں کہ وہ ہر ایک چیز کو حلال ہی کہتے ہیں جیسے سانپ، کتا، بلا، درندہ، پرندہ ان سب کو حلال جانتے ہیں اور کھاتے ہیں مثلاً سانپ سے زہر کا حصہ جدا کرکے باقی کھا لیتے ہیں ان کو طبعاً کوئی نفرت نہیں کیونکہ انسان جب کسی چیز کا عادی ہو جائے تو وہی اس کی طبیعت ہو جاتی ہے۔

خالق ہی علیم ہے لیکن ہر چیز کی خاصیت اس کا خالق ہی جانتا ہے اور اس کے نفع و نقصان کا علم بھی اسی کو ہے اس بناء پر وہ جس چیز کو حلال قرار دیتا ہے وہ واقعۃً ہمارے لئے مفید ہے اور جس کو وہ حرام کرتا ہے وہ واقعی ہمارے لئے مضر ہے۔

حرام اشیاء اسی سلسلہ میں خنزیر کی حرمت کا مسئلہ بھی آجاتا ہے اس کے حرام ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ بتائی ہے کہ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ (پ ۸ رکوع ۵) (یعنی وہ پلید ہے) لیکن اب پلید کی تفصیل کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے وہ کون سے اوصاف ہیں جن کی وجہ سے شے پلید ہو جاتی ہے اور کن اوصاف کی بناء پر شے پاک رہتی ہے۔

مثلاً پیشاب پاخانہ پلید ہے اگر ان کے پلید ہونے کی وجہ صرف بدبو ہو تو حلال کھانا بھی بعض دفعہ سڑ جاتا ہے حالانکہ وہ پلید نہیں۔

اسی طرح کتا بھی پلید ہے مگر اس میں بھی وہی اختلاف ہے بعض لوگ اس کے کھانے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

ایسے ہی گدھے کا مسئلہ ہے حاصل یہ کہ کسی شے کے پاک اور پلید، حلال اور حرام ہونے کا فیصلہ وہی ذات کر سکتی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

ذریعہ حلال و حرام - پاک و پلید معلوم کرنے کا ذریعہ صرف ایک ہی ہے اور وہ نبوت ہے اس لئے کہ خدا ہر ایک سے مکالمہ نہیں کرتا۔ بلکہ مکالمہ کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا انتخاب کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ (اللہ تعالیٰ بہت بڑا جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی نبوت اتارتا ہے۔)

الحاصل حلت وحرمت، پاک وپلید وغیرہ وغیرہ مسائل میں نبوت کی ضرورت ہے۔

نبی کی پہچان

نبی اور غیر نبی کو پہچاننا، یہ بھی ایک بڑا مرحلہ ہے۔ توحید کے بعد یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں

آپؐ کے زمانے میں آیات ومعجزات آپ کی نبوت کے منوانے کے لئے کافی تھے۔ لیکن اب وہ معجزات اور آیات موجود نہیں اب ذریعہ صرف آپ کی سیرت اور زندگی کا مطالعہ ہے جو شخص وسیع طور پر ابتداء سے انتہا تک آپؐ کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرے گا۔ وہ یقیناً باور کرے گا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں چنانچہ بخاری میں ہے۔

"قیصر روم نے ابوسفیان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند ایک باتیں دریافت فرماکر یقین کر لیا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں حالانکہ قیصر روم نے نہ آپؐ کو دیکھا اور نہ آپؐ کے معجزات کو جانچا۔ صرف آپ کی زندگی کے چند ایک حالات معلوم کرنے سے آپؐ کی نبوت کو تسلیم کر لیا"

اسی طرح عمرو بن عاص (جو دُہات عرب (دانایان عرب) سے مشہور ہیں) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صرف ایک بات سے سمجھ لی وہ یہ کہ جب انہوں نے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا تو قریش نے ایک جوان ان کے ساتھ مناظرہ کے لئے انتخاب کیا جب گفتگو شروع ہوئی تو عمرو بن العاص نے اس سے پوچھا۔

"بتاؤ زیادہ ہدایت والے ہم ہیں یا فارس اور روم والے"

اس نے کہا، "ہم زیادہ ہدایت والے ہیں"

پھر کہا، "وہ زیادہ عیش میں ہیں یا ہم؟"

اس نے کہا، "وہ زیادہ عیش میں ہیں"

اس پر عمرو بن عاص نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ صحیح ہے کہ ہمارے لئے آخرت ہے اور ان کے لئے دنیا۔ کیونکہ یہ بدیہی چیز ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ہدایت والا ہوگا وہ، اس کے انعامات کا زیادہ مستحق ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اصل انعامات کی جگہ نہیں انعامات کیلئے دوسرا گھر ہے۔

پس وہ جوان لاجواب ہوگیا اور عمرو بن العاص مسلمان ہوگئے۔

ڈاکٹر کا واقعہ

ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک ڈاکٹر یہ مسئلہ سُن کر مسلمان ہو گیا کہ شریعت محمدیہ نے کتے کے جوٹھے برتن کو مٹی کے ساتھ مانجھنے کا حکم دیا ہے اس نے کہا میں نے مٹی کا تجزیہ کیا ہے اس میں ساتواں یا آٹھواں حصہ نوشادر ہے اور نوشادر کتے کے زہر کو مارتا ہے نوشادر ہر جگہ میسر نہیں آتا اس لئے شریعت نے اس کی بجائے مٹی کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے جو ہر جگہ مل سکتی ہے اسی بات پر وہ ڈاکٹر مسلمان ہو گیا۔

تفسیر فتح البیان میں ایک فلسفی کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے سورہ مائدہ کی پہلی آیت سُنی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

یعنی اے ایمان والو وعدے کو پورا کرو، تمہارے لئے چارپاؤں سے انعام (اونٹ، گائے، دنبہ بکری) حلال کئے گئے ہیں مگر جو تم پر پڑھے جاتے ہیں (مردار، خون، خنزیر، غیر اللہ کی نذر و نیاز وغیرہ) نہ حلال کرنے والے شکار کو احرام کی حالت میں بے شک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

اس آیت کو سُن کر فلسفی ایمان لے آیا اور کہنے لگا کہ ایسی فصیح، جامع اور مختصر کلام جس کی دو سطروں میں بڑی خوش اسلوبی سے اتنے احکام بیان کر دئیے ہیں اللہ کے سوا کسی اور کا کلام نہیں ہو سکتا۔

ضماد نامی شخص

ایسے ہی ایک اور ضماد نامی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ الحمد للہ نحمدہ جو اکثر جمعہ کے موقع پر پڑھا جاتا ہے سُن کر مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یہ کلام فصاحت و بلاغت میں سمندر کی گہرائی تک پہنچا ہوا ہے۔

اس کے اس اعتراف کا مقصد یہ تھا کہ ایسا شخص جس نے کسی کی شاگردی نہیں کی اس کی زبان۔۔۔ ایسا کلام سوا نبوت کے نہیں ہو سکتا۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ وغیرہ)

غرض نبوت کی صداقت کے اس قسم کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے اصل موجودہ زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ ہے لیکن اس میں اخلاص و صفائی نیت کا بہت سا دخل ہے جب محض دیانتداری سے انسان تلاش حق کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی توفیق اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور اس پر بہت جلد حق کا انکشاف ہو جاتا ہے پس جب نبوت کو تسلیم کر لیا، تو اس کے بعد ہر ایک بات تسلیم کرنی آسان ہو جاتی ہے۔ آپ خیال کریں کہ حکیم یا ڈاکٹر جب ہمیں ایک دوا کی

خاصیت بتلاتا ہے ہم اس کی بات تسلیم کرتے ہیں اور اس کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح جب وہ یہ بتلاتا ہے کہ تم کو فلاں مرض ہے خواہ وہ بیماری ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہم اس کی بات مانتے ہیں صرف یہ سمجھ کر کہ اس کا تجربہ ہم سے زیادہ وسیع ہے جب صورت حال یہ ہے تو کیا نبوت پر اتنا ہی اعتماد نہ ہونا چاہیئے۔ جتنا اعتماد ایک حکیم یا ڈاکٹر پر ہوتا ہے حالانکہ نبوت کا تعلق براہ راست خدا سے ہے جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے یہ بہت بڑی بے انصافی ہوگی ہم نبوت کی ہر بات پر تنقید کریں۔ اگر ہمارا علم وہاں تک نہ پہنچے تو انکار کردیں۔

خلاصہ یہ کہ نبوت کو تسلیم کرلینے کے بعد عقل اپنے ہتھیار ڈال دیتی ہے اور یہی عقل کی عبادت ہے جیسے ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ خدا کی عبادت کرتا ہے سر کی عبادت جھکنا ہے بدن کی عبادت قیام ہے۔ پاؤں کی عبادت نیک کاموں کی طرف چلنا ہے ہاتھ کی عبادت اچھے کام کرنا ہے آنکھوں کی عبادت خدا کی قدرت میں غور کرنا ہے کان کی عبادت نصیحت کو سننا ہے دماغ کی عبادت نارسا جگہوں میں اپنے تصرف کو چھوڑنا ہے اور اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا ہے۔

اس کی واضح تر مثال یہ ہے کہ ابلیس نے یہ سمجھ لیا تھا سجدہ کا حکم دینے والا خدا ہے اس کے باوجود اس نے اپنی عقل کو دخل دیا۔ اس وجہ سے خدا کے دربار سے دور ہوا۔ اور سو ایسے لوگ کبھی ہدایت نہیں پا سکتے جو ایسے موقع پر عقلی قوتوں کو صرف کرتے ہیں۔

فوٹو (تصویر)

فوٹو کا مسئلہ بھی اس سلسلے کے تحت آسکتا ہے لیکن یہ چونکہ توحید کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے بنیادی چیز کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے عقل کی رسائی اس تک ہوتی کوئی مشکل نہیں وہ یہ کہ دنیا میں شرک کس طرح پیدا ہوا۔ آدم علیہ السلام کے زمانے میں شرک کا نام و نشان نہ تھا۔ تو پھر شرک کے کیا اسباب پیدا ہوئے۔ جن کی بنا پر دنیا میں شرک پھیل گیا۔ اور توحید میں رخنہ پیدا ہو گیا۔ اس کے اسباب یوں پیدا ہوئے کہ بعض اللہ کے نیک بندوں سے لوگوں کو بہت الفت و محبت تھی جب وفات پا گئے شیطان نے ہمدردانہ شکل میں آکر لوگوں کو کہا کہ تم ان بزرگوں کے بت بنا کر عبادت خانہ میں رکھ دو ان

کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے گا۔ اور عبادت آسان ہو جائے گی۔ لوگوں کو شیطان کی یہ رائے پسند آئی انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں بہکایا تمہیں معلوم ہے تمہارے آباؤ اجداد ان کو اپنے سامنے کیوں رکھتے تھے؟ آگے رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ حاجت روا اور مشکل کشا ہیں وہ ان کی عبادت کرتے تھے اور ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ جب اس طرح سے دنیا میں شرک پھیل گیا، تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا جو مشرکوں کی طرف پہلے نبی ہیں اور معلوم ہے کہ ہر ایک چیز کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوتی ہے توحید اسی قسم سے ہے مثلاً علم نجوم پہلے حرام نہیں تھا۔ ابلیس اور اس کا لشکر آسمانوں پر جاتے اور وہاں کی خبریں لاتے۔ ساحروں اور کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں چوتھے آسمان سے اوپر رکاوٹ ہو گئی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد تمام آسمانوں پر جانے سے رکاوٹ ہو گئی اور علم نجوم کے ذریعے غیب کی خبریں معلوم کرنا اور لوگوں کو ان کی قسمت اور نصیبہ کا اس ذریعہ سے پتہ دینا حرام قرار دے دیا۔ اسی طرح طلوع غروب کے وقت عبادت منع کر دی گئی۔ کیونکہ اس وقت سورج کے پجاری سورج کی پوجا کرتے ہیں ان سے مشابہت ہوتی ہے ایسے ہی قبرستان میں نماز منع کر دی تاکہ عباد قبور سے مشابہت نہ ہو۔

تصویر

اسی سلسلہ میں تصویریں ہیں اس لئے ان کا بنانا۔ ان کا عزت سے رکھنا حرام کر دیا۔ رہی یہ بات کہ حیوانات کی حرام کر دیں اور غیر جاندار کی حرام نہیں کیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شرک کی ابتدائی تصویر سے ہوئی ہے اور باقی جاندار انسان سے قریب ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ذی روح ہیں اور عقل و شعور رکھتے ہیں۔ اگرچہ انسان سے کم ہی سہی اس لئے سداً للباب جنس حیوان میں سے ہر ایک کے فوٹو کو حرام قرار دے دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا تو جو اس کا مرتکب ہوگا۔ وہی مستوجب سزا ہوگا۔ سو حدیث میں جو کچھ آیا ہے وہ سزا کا طریقہ بتایا گیا ہے وہ یوں کہ مصور کو کہا جائے گا کہ جب تم نے حرام کا ارتکاب کیا اب اس کو مکمل کر دیا، اس کی سزا ہے گو اگر غیر جاندار کی تصویر حرام ہوتی تو اس کے متعلق بھی یوں پوچھا جاتا کہ جب تم نے یہ درخت بنایا تو اس میں رس بھر دو، لیکن جب وہ حرام نہیں تو اس کے متعلق نہ سوال و جواب ہے نہ سزا ہے۔ اور نہ حرام ہونے کی وجہ اوپر بتا دی گئی ہے کہ شرک میں وہ بنیادی چیز نہیں۔

توحید کی اہمیت اور اس میں احتیاط

توحید اور شرک کے معاملہ میں شریعت نے بہت احتیاط برتا ہے سن ہجری کے چھٹے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درخت کے نیچے حدیبیہ کے مقام پر بیعت لی تھی، جس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے پارہ ۲۶ رکوع ۱۰ میں خصوصیت سے کیا ہے اس درخت کی کچھ لوگ تعظیم کرنے لگے اور اس کی زیارت کے لئے آتے اور متبرک سمجھ کر اس کے نیچے نماز پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے وہ درخت ہی کٹوا دیا تاکہ تعظیم میں ترقی کرتے کرتے شرک تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ اب لوگوں کا یہی حال ہے کہ کوئی پتھر کو پوجتا ہے کوئی درخت کو۔ کوئی تعزیے پوجتا ہے کوئی قبریں وغیرہ وغیرہ۔

زندہ انسان

اس کے علاوہ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ زندہ انسان کی عبادت بہت کم ہوتی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس کی بشری کمزوریاں لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں جس سے سمجھدار اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ یہ معبود ہونے کے لائق نہیں اور درختوں وغیرہ کی جو پوجا ہوتی ہے وہ اس بنا پر نہیں ہوتی کہ وہ خود اپنے اندر کمال رکھتے ہیں بلکہ ان کی پوجا کسی بزرگ سے تعلق کی بنا پر ہوتی ہے اور بزرگ جب فوت ہو جاتا ہے اور اس کی کمزوریاں آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہیں تو پھر اس کی عبادت کے لئے راستہ کھل جاتا ہے۔ اور آسانی سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کو علم غیب ہے وہ حاجت روا اور مشکل کشا ہیں جیسے آج کل دنیا میں عام طور پر ہو رہا ہے تو گویا اصل بنیاد شرک کی انسانی وجود ہے۔ خاص کر وفات کے بعد سو اس کی شریعت نے اس طرح مٹایا کہ اس کی تصویر حرام کر دی اور اس کی قبر کی شان و شوکت اور اس پر گنبد اور عمارت بنانی بھی حرام کر دی۔ اور باقی حیوانات کی تصویر زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے حرام کر دی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے باقی چیزوں کی تصویریں حرام نہیں لیکن جہاں شرک کا خطرہ ہو جائے۔ وہاں ان کے مٹانے کا حکم دے دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے درخت کٹا دیا اور حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا کہ جہاں قبر اونچی دیکھو اس کو برابر کر دو اور تصویر کو مٹا دو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ اس کی تفاصیل بہت ہیں کسی کے ذہن میں پوری آتی ہے کسی کے ذہن میں نہیں آتی اس قسم کی باتیں مذہب کے قبول کرنے میں رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے۔ دل میں سچائی ہے تو انشاء اللہ جلدی انشراحِ صدر ہو جائے گا اور صداقت اپنا رنگ لائے گی واللہ الموفق

نوٹ:۔ یہاں یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ جب توحید کی تکمیل آہستہ آہستہ ہوئی تو اس بناء پر پہلے لوگوں کی توحید ناقص رہی تو وہ نجات کے مستحق کس طرح ہوئے اور اگر بالفرض وہ نجات کے مستحق ہو جائیں تو بڑے بڑے درجات کا استحقاق ان کو کسی صورت نہ ہونا چاہیئے۔

جواب:۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا حکم نہ آئے تو انسان اس کا مکلف نہیں ہوتا جتنے احکام اس وقت موجود ہوتے ہیں اس کا تعلق صرف انہی احکام سے ہوتا ہے اور انہی کی تعمیل میں جو کچھ ملنا ہو، اس کو مل جاتا ہے خواہ نفس نجات ہو یا رفع درجات ہو۔ خواہ فی نفسہٖ وہ بات غیر مکمل ہو جیسا کہ مکہ شریف میں صرف، لآ الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسُول اللہ مدارِ نجات اور مدارِ رفع درجات تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسُول اللہ کی اس وقت تکمیل ہو چکی تھی بلکہ اس کے ساتھ نماز روزہ وغیرہ کی بھی ضرورت تھی لیکن تکمیل چونکہ آہستہ ہوتی ہے اس لئے تئیس سال کے عرصہ میں شریعت مکمل ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دسویں سال سن ہجری کے فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(یعنی آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پہ پوری کر دی اور دین اسلام تمہارے لئے پسند کیا)

آخری مسئلہ کا جواب

اختلاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک ضد و تعصب کی بناء پہ یا کسی دنیوی مفاد کے لئے۔ ایک محض نیک نیتی کے تحت اختلاف رائے کی بناء پہ پہلے کی مثال دو وکیلوں کا اختلاف ایک مقدمہ کے متعلق ہے ہر

وکیل اپنے موکل کی حمایت کرتا ہے خواہ جانتا ہو کہ میرا موکل جھوٹا ہے دوسرے کی مثال دو ججوں کا اختلاف ہے، ایک جج کہتا ہے کہ یہ مقدمہ فلاں دفعہ کے تحت آتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ اس پر فلاں دفعہ لگتی ہے۔ ایسے ہی کسی آیت و حدیث کے سمجھنے میں سلف صالحین صحابہ کرام وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اختلاف ہو جاتا ہے مثلاً جنگ احزاب کے موقعہ پر جو ۵ھ میں ہوا ہے یہود کی ایک قوم (بنو قریظہ) جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا، کفار کے ساتھ مل گئے، جنگ احزاب سے فارغ ہوئے ہی تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا۔ اے محمد! بنو قریظہ پر چڑھائی کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستیوں میں پہنچ کر پڑھو، ان کی بستیاں مدینہ میں تین چار کوس کے فاصلہ پر تھیں، پہاڑی راستہ تھا ظہر، عصر کے درمیان کا وقت تھا۔ حکم سنتے ہی صحابہؓ نے کوشش کی کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ جائیں مگر نہ پہنچ سکے۔ عصر کا وقت راستہ میں آگیا۔

بعض صحابہؓ نے کہا کہ آپ کے ظاہر فرمان کے مطابق ہم تو عصر کی نماز ان کی بستیوں میں پڑھیں گے خواہ قضا پڑھیں۔

بعض نے کہا۔ آپ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ راستہ میں نماز نہ پڑھو بلکہ مطلب یہ تھا کہ ایسے تیز جاؤ کہ نماز کا وقت وہاں آئے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔

(یعنی نماز مومنوں پر فرض کی گئی ہے معین اوقات میں) اور پہلے فریق نے سمجھا نماز اگرچہ معین اوقات میں فرض کی گئی لیکن آپ کے فرمان کی وجہ سے یہ موقع اس آیت سے مستثنیٰ ہے۔ اس اختلاف رائے سے عمل میں بھی اختلاف ہو گیا کسی نے راستہ میں نماز پڑھی کسی نے وہاں پہنچ کر پڑھی۔

اس قسم کی مثالیں بہت ہیں اور وجوہ اختلاف اس کے علاوہ بھی بہت ہیں جن میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں جیسے حجۃ اللہ البالغہ اور انصاف فی سبب الاختلاف شاہ ولی اللہ وغیرہ۔ ایسے موقعہ پر انسان کو چاہیئے کہ اپنی خداداد سمجھ اور فہم سے کام لے اور اختلافی مسائل کی کتابوں کا مطالعہ کرے علماء سے مل کر تقریراً یا تحریراً تبادلہ خیال کرے۔ جیسے آپ نے گوہ اور خنزیر کی حلت اور حرمت کے متعلق سوالات کیے ہیں ہر ایک کے دلائل معلوم کرنے کے بعد دیانتداری سے سوچے اور غور کرے پھر خدا سے دعا بھی

مانگے کہ وہ اس موقعہ پر اس کی رہبری کرے۔ اس کے بعد جو جانب وزنی معلوم ہو اس پر عمل کرے انشاءاللہ نجات ہو جائے گی آپ نے جو طریق اختیار کیا ہے وہ بزدلانہ ہے۔ تحقیق حق کے لئے لوگ بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں آپ پہلے ہی ہمت ہار بیٹھے ہیں آپ دین کو اتنی اہمیت بھی نہیں دیتے جتنی سیاسیات والے سیاست کو دیتے ہیں حالانکہ دین انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے پھر آمین رفع یدین میں تو آپ نے کثرت کو معیار ٹھہرایا۔ حالانکہ شرعی دلائل کل تین ہیں کتاب و سنت اور اجماع اور بعض کے نزدیک قیاس بھی ہے کثرت کسی کے نزدیک شرعی دلیل نہیں اور ترکِ جماعت میں آپ نے اجماع کے خلاف کیا ہے ایک اختلافی مسئلہ سے بھاگ کر آپ اتفاقی مسئلہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں یہ کون سی عقلمندی ہے یہ وہ مثال ہوئی کہ بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيزَابِ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی)

معالجہ کا بیان

دو چار قطرے شراب کا استعمال

سوال: بیماری کی حالت میں دو چار قطرے شراب کے استعمال کر لئے جائیں تو کیا جائز ہے

جواب: ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ

رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ باب الطب والرقی)

بیشک خدا نے بیماری اتاری ہے اور دوا بھی، ہر بیماری کے لئے دوا کر دی ہے پس علاج کرو اور حرام کے ساتھ علاج نہ کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے ساتھ علاج کی اجازت چاہی اور کہا کہ اس میں شفا ہے فرمایا شفا نہیں بلکہ بیماری ہے پس شراب کے ساتھ علاج نہ کرنا چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی